www.KitaboSunnat.com

اسلامی سربراہ کانفرنس

محرکات اور تخلیقات

مولانا عزیز زبیدی

لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس سے پہلے اور بعد اس کانفرنس سے لمبی چوڑی توقعات اور جائزے و تبصرے رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ اتنی کثیر تعداد میں مسلمان ملکوں کے سربراہوں یا نمائندہ وفود کے اسلام کے نام پر ایک جگہ جمع ہونے کو بڑی اہمیت دی گئی اور مختلف شخصیتوں، اداروں یا جماعتوں کی طرف سے زیر بحث مسائل کے لیے تجاویز اور مشورے بھی پیش کیے گئے۔ رجائیت پسند حضرات نے اس کانفرنس کو عظیم مقاصد کے حصول کا پیش خیمہ قرار دیا لیکن دوسری طرف اس موقعہ پر بنگلہ دیش کے بطور "حقیقت" تسلیم اور بعض سربراہوں کے ذاتی طرز عمل نے ان حضرات کو خاصا مایوس کیا جو پہلے ہی سے ایسے خطرات کو سامنے رکھتے تھے یا اس کانفرنس سے فوری یا بڑی بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے۔ خصوصاً ان اندیشوں کے حقیقت بننے سے یہ عظیم مسلم اجتماع ان کے لیے ایک گھٹن اور بوجھ بن گیا۔ ذیل کی سطور میں مقالہ نگار نے پیش نظر اسلامی چوٹی کانفرنس کا یہی دوسرا پہلو ہے۔

(ادارہ)

نظام خلافت کا تصور مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لیے اکسیر سے بڑھ کر ہے، کیونکہ "خلافت اسلامیہ" کے تصور سے معاً وحدت ملی کا تصور بھی لازماً آ جاتا ہے ــــ یہی وجہ ہے کہ گو برائے نام سہی تاہم جب تک ٹوٹا پھوٹا اور ڈھیلا ڈھالا نظام خلافت قائم رہا، ملت اسلامیہ بھی متحد اور مجتمع رہی، جب یہ بھی نہ رہا تو بادشاہتوں کی وہ ریل پیل ہوئی کہ رہے نام اللہ کا ــــ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال سے پہلے ہی امت مسلمہ کو آگاہ کر دیا تھا۔

ان هذا الامر بدأ رحمة ونبوة ثم يكون رحمة وخلافة ثم كائن ملكا عضوضا، ثم كائن عتوا وجبرية وفسادا في الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور ويرزقون على ذلك وينصرون حتى يلقوا الله (البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۰)

اس امر (حکومت) کی ابتدا رحمت اور نبوت سے ہوئی پھر وہ رحمت اور خلافت ہو گئی، اس کے بعد جبری شاہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن جائےگی، پھر وہ سرکشی، تشدد اور فساد فی الارض میں تبدیل ہو جائے گی، وہ ریشمی لباس، شراب اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے اور قدرتی طور پر ان کو ایسے مواقع بھی ملتے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ خدا سے جا ملیں گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک قائم رہی۔ پھر خیر الملوک "کا آغاز ہوا، جو چند تابعی زیادہ قائم ندرہا۔ پھر بادشاہ آئے جو ملت اسلامیہ کا شیرازہ جمع اور متحد رکھنے میں بظاہر کامیاب رہے، چونکہ مسلمانوں میں ابھی حرارت موجود تھی، اس لیئے خلافت اسلامیہ کے حاصل کرنے میں پھر ایک بار کامیاب ہو گئے مگر وہ ایک سال سے زیادہ محفوظ نہ رہ سکی، بعد میں ملوک کے بجائے شاہزادے اور راج دلارے براجمان ہوئے، مگر اندر ہی اندر فتنے پرورش پاتے رہے، ان میں صاحب تدبیر بھی تھے اور سیاسی طور پر نااہل بھی، کچھ نیک بھی تھے اور بعض بادہ نوش بھی۔ تاہم ملی وحدت کا ظاہری ڈھانچہ کافی عرصہ تک قائم رہا لیکن اندرونی طور پر اتنے کھوکھلے ہو چکے تھے کہ ان کو ختم کرنے کے لیے کسی زبردست مہم کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی بلکہ جب کوئی چاہتا، بادشاہ کو پکڑتا اور پانی میں ڈبکیاں دے کر اسے جان سے مار ڈالتا۔ (معتز باللہ ۲۵۵ھ کا یہی حشر ہوا) معتصم باللہ کے آخری دور (۶۵۶ھ) تک کچھ بھرم رہا۔ اس کے بعد طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا، پہلے خود ماموں نے طاہریہ کے اقتدار کی داغ بیل ڈالی پھر صفاریہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی لیکن

ع چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

ان سے سامانیوں نے، پھر آل بویہ نے سر اٹھایا، غزنویوں اور دیلمیوں کے ہاتھوں سامانیوں کا بستر گول ہوا، سلجوقی اٹھے تو انھوں نے دیلمیوں کو چلتا کیا، ان میں خوارزم شاہی ابھرے، خوارزم شاہیوں اور بغدادی خلافت کے مابین رسہ کشی ہوئی تو دونوں نے تاتاریوں کی مدد سے اپنے آپ کو تباہ کیا۔

الغرض خلافت کے نااہل والیوں نے خلافت چھوڑ کر پوری ملتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کر کے یہاں تک محدود ٹکڑیوں میں اس کو بانٹ دیا کہ اب آپ کے عالم اسلام میں وہ بھی مملکتیں ہیں جن کا کل رقبہ ۱۲۳ مربع میل اور آبادی ایک لاکھ ۲۰ ہزار ہے۔

اس ساری شکست و ریخت کے بنیادی اسباب دو تھے۔ مسلمانوں میں اسلامی فکر و عمل کا انحطاط اور وطن و نسل کی بنیاد پر حصول آزادی کی یلغار، جب کوئی "اسلامی رشتہ" کے تحفظ کے لیے مخلص نہیں رہتا تو پھر لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ کسی غیر کی قیادت کا طوق اپنے گلے میں ڈالیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو نہی علاقائی آزادی کے نام پر اٹھ کھڑا ہوتا تو اس کو کنٹرول کرنے کے بجائے الٹا اس کو خود مسلمانوں میں حواری بھی مل جاتے۔ اور بالآخر اپنے بھائیوں کی یہ حوصلہ افزائی رنگ لائی اور رنگ لاتی جائے گی۔ اب سارا زور مسلمانوں کی آزادی پر صرف ہو رہا ہے، باقی رہا اسلام؟ سو وہ بقول اقبال۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

چلن عام ہوگیا ہے۔ ہمارے نزدیک جب تک دونوں کی آزادی اور تحفظ کی کوئی سبیل نہیں نکالی جائے گی اس وقت تک خلافت کے لیے زمین ہموار نہیں ہوگی۔ نظامِ خلافت کے احیاء کے بغیر عالمِ اسلام کے اتحاد کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ اسی لیے ماضی قریب میں حضرت جمال الدین افغانی، رشید رضا (لبنان) ثروت بیگ (ترکی) سعید جوکرو ینا تو (انڈونیشیا) محمد عبدہٗ (مصر) علی برادران (ہند) مفتی امین الحسینی (فلسطین) اور علامہ اقبال (پاکستان) نے اس کے لیے خصوصی تحریک چلائی۔

ترکوں کی خلافت کا نظام جب درہم برہم ہوا تو ۱۹۲۶ء میں مکہ مکرمہ میں ایک عظیم ملّی کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی میزبانی کے فرائض شاہ عبدالعزیز ابن سعود نے انجام دیے اور یہیں پر مؤتمر العالم الاسلامی کی تشکیل کی گئی۔ اور یہ طے ہوا کہ پورے عالمِ اسلام میں اس قسم کی کانفرنسیں ہوتی رہیں، چنانچہ ۱۹۳۱ء میں اس کا دوسرا اجلاس یروشلم میں بلایا گیا، متحدہ ہندوستان کے مسلم وفد کی قیادت علامہ اقبال نے کی، تیسرا اجلاس غالباً ۱۹۴۹ء میں کراچی میں چوتھا ۱۹۵۱ء میں پھر کراچی میں ہوا، پانچواں ۱۹۶۲ء میں بغداد میں، چھٹا ۱۹۶۴ء میں صومالیہ کے دارالحکومت میں ہوا، اب کے مسلم افریقہ کے نمائندہ نے بھی شرکت کی۔

مسجد اقصیٰ میں آتش زدگی (۲۱ اگست ۱۹۶۹ء) پر عالمِ اسلام کے اتحاد کے لیے پھر کوشش تیز تر کی گئی، جس کے نتیجہ میں ۲۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کو رباط میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۱۹۷۰ء میں وزراء خارجہ کی کانفرنس کراچی میں ہوئی، پھر ۱۹۷۲ء میں جدہ میں، اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں بن غازی (لیبیا) میں منعقد کی گئی اور حال میں اسلامی سربراہ کانفرنس ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں نہایت عظیم الشان تیاریوں سے ہوئی۔

اس ساری تفصیل کے پیش کرنے سے غرض یہ ہے کہ ان تمام مراحل میں کسی بھی مرحلہ اور موقعہ پر اسلامی نظامِ حکومت اور اسلامی اقدارِ حیات کے احیاء کے لیے مثبت پروگرام نہیں طے کیا گیا۔ حالانکہ جو اکابر اس میں پیش پیش رہے تھے، وہ سرتاپا مسلم اور اسلام کے دلدادہ تھے اور یک طرفہ ٹریفک کے قائل نہ تھے، وہ مسلم اور اسلام دونوں کی آزادی اور سرفرازی پر ایمان رکھتے تھے۔ کیونکہ اس دوہرے رشتے کے بغیر وہ اتحاد مشہود نہیں ہو سکتا جس کے خواب مدتوں سے دیکھے جا رہے ہیں۔

مختلف اوقات میں جن کانفرنسوں کا سلسلہ جاری ہے ان کے پس پردہ جو محرکات کارفرما ہیں وہ صرف یہ ہیں کہ بڑی طاقتوں سے الگ الگ مار کھا کھا کر یہ لوگ تھک گئے ہیں، اب ایک دوسرے کا سہارا لے کر ان سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔۔۔ اس لیے جن کو کسی سپر طاقت کا اعتماد حاصل ہے اور ان کو کسی بیرونی جارحیت سے تحفظ میسر ہوگیا ہے وہ ان کانفرنسوں کے اغراض و مقاصد سے کچھ زیادہ دلچسپی کا اظہار بھی نہیں کر رہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم برادر ملکوں کے دشمن ممالک سے احتراز کرنے کی ضرورت بھی کم محسوس کرتے ہیں ـــــ یہ لوگ توپوں سے لڑ جاتے ہیں، بموں سے دست و گریبان ہونے کو تیار رہتے ہیں، دشمن طاقتوں کے حضور سجدہ ریز ہو کر ذلت کی گھڑیاں بسر کر سکتے ہیں مگر یہ بات ان کو گوارا نہیں ہے کہ اسلام کی راہ اختیار کر کے سرفراز ہوں، ان کو خدا سے نفس، رسول سے طاغوت، اسلام سے بے دینی اور وحدتِ ملی سے اپنی اپنی نجی قسم کی سیادت زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے یہ کانفرنسیں ابھی تک ملت کے دردوں کی دوا تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔

غور فرمائیے! یہ سربراہ اٹھے ہیں کہ کسی طرح عالم اسلامی کے اتحاد کی داغ بیل پڑے، لیکن ان مدعیوں کا حال یہ ہے کہ پاکستان میں تشریف لا کر بقول وزیراعظم پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرے۔ یعنی پاکستان سے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان کی وحدت کو ختم کر کے اس کو پارہ پارہ کرتے ہیں اور آپ اس پر انگوٹھا لگا دیں ـــــ غور کیجیے! جو لوگ، برادر ملک کی ملی وحدت اور عافیت کے ٹکڑے کرنے کی سفارش کر سکتے ہیں، وہ پورے عالم اسلام کے اتحاد کے لیے کہاں تک مفید خدمات انجام دے سکیں گے؟

کانفرنس میں طے ہوتا ہے کہ قضیۂ فلسطین مل کر حل کریں گے لیکن اگلے دن آواز آتی ہے کہ انور سادات نے اسرائیل سے کہہ دیا ہے کہ وہ امن کا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔

سربراہ کانفرنس عالم اسلام کے اتحاد اور باہم مواسات کی حد تک کہاں تک مخلص اور مفید رہی۔ اس کا اندازہ اس سے فرما سکتے ہیں کہ:

انور سادات لاہور سے سیدھے دہلی پہنچے اور جا کر یہ بیان داغ دیا کہ: بھارت کو اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینا چاہیے تھی۔

ملی وحدت اور عافیت ہر ملک کا بنیادی مسئلہ ہوتا ہے، جو لوگ اندرون ملک اٹھ کر اس کو پارہ پارہ کرنے کی جرأت کریں، چاہیے کہ ان کے خلاف سب صف آرا ہوں، اور ان کی حوصلہ شکنی کریں مگر ہوا یہ کہ: جب شیخ مجیب تشریف لائے تو سب سے زیادہ اس کو خوش آمدید کہا گیا۔ گویا کہ وہ اپنے، اپنے عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ: اگر کوئی بدباطن اور قوم کا غدار شخص، دشمن اسلام طاقت سے ساز باز کر کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو "زندہ باد" کہنا چاہیے۔

جب لاہور میں کانفرنس ہو رہی تھی انہی مبارک لمحات میں عالم اسلامی کے اتحاد کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے دہلی میں بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے تھے، اور جن کو پہنچنے میں دیر ہو گئی انھوں نے اگلے دن دہلی پہنچ کر سجدہ سہو ادا کیا ـــــ کم از کم گھڑی پل تو صبر کرتے، آخر اتنی جلدی کیا پڑی تھی ـــــ ساری عمر پڑی تھی سرد مہری کی نمائش کا اہتمام ہزار بار کیا جا سکتا تھا ـــــ تازہ زخموں پر نمک پاشی کے لیے اتنی پھرتی اور چستی کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظاہرہ کرنے سے پرہیز ہی کیا ہوتا تو کیا بہتر ہوتا۔

بھارت میں مسلم کشی کی جو گرم بازاری ہے اور برسوں سے جاری ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بنگلہ دیش میں محب وطن پاکستانیوں کا جو حشر کیا گیا اور کیا جا رہا ہے، وہ شاید یہودیوں کا بخت نصر کے ہاتھوں بھی نہیں ہوا ہوگا، فلپائن میں مسلم کے خون کی جو ہولی کھیلی جا رہی ہے، مقبوضہ کشمیر میں، کشمیری مسلمانوں کو جس طرح اقلیت میں تبدیل کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں، حیدرآباد دکن اور دوسری مسلم اکثریت کی ریاستوں میں مسلمانوں کو جس طرح غلامی کے شکنجہ میں کس دیا گیا ہے، اب یہ کوئی راز نہیں رہا، اگر یہ کانفرنس ان مظلوموں کے سلسلے میں بھی ہمدردی کے دو بول پاس کر دیتی تو کون سی قیامت قائم ہو جاتی ــــ؟

کانفرنس میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں ایک راہنما کا انتخاب بھی ہونا چاہیے، جس کی کمان میں اس کارروائی کا سفر جاری رکھا جا سکے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شرکاء سربراہوں کو یہ صدا کچھ اجنبی سی محسوس ہوئی۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ عالم اسلامی کے جس اتحاد کے لیے اتنے جانکاہ جتن کیے جا رہے ہیں اس کی نوعیت "آوارہ اتحاد" کی ہو ــــ جس کانفرنس کے معزز شرکاء کے سوچنے کا انداز یہ ہو، غور فرمائیے! اس کا انجام کیا ہوگا؟

عالم اسلامی کے اتحاد کے لیے جمال الدین افغانی، علامہ اقبال، طبا طبائی جیسے اکابر کے نام استعمال کیے جا رہے ہیں، کیا کبھی یہ بھی سوچا کہ ان کے نزدیک عالم اسلامی کے اتحاد کی نوعیت کیا تھی؟ بخدا! اس کی نوعیت بے امام نماز کی نہیں تھی اور نہ بے نماز امام کی تھی۔

ایک اسلامی برادر ملک نے کانفرنس کے دوران بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر میزبان ملک سے یہ گولی داغ کر اتحاد و اتفاق کی کوششوں کا ثبوت دیا کہ جناب اسی طرح کے کچھ اور حقائق بھی ہیں، ادھر بھی نظر کرم ہو۔ کانفرنس سے واپسی پر گھر جا کر دو برادر ملکوں نے اپنی اپنی سرحدوں سے مہلک اسلحہ کی زبان میں باتیں کر کے کانفرنس کے اغراض و مقاصد کے سلسلے میں اپنے اخلاص کا ثبوت دیا۔

کانفرنس کی روئیداد کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اس میں دفاعی، اقتصادی اور خارجہ اقدار کے بارے میں باہمی تعاون کے کچھ ٹھوس فیصلے اور قراردادیں سامنے نہیں آئیں، جن کے بغیر کانفرنس کی افادی حیثیت کچھ زیادہ روشن نظر نہیں آتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ